جلد ۹۲ ۔ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۶۳ء ۔ عدد ۵

مضامین

مقالات

ادبیات

حضرت علیؓ ایک بار گھوڑے پر سوار ہوئے، دائیں رکاب میں پیر رکھا، دعا پڑھی اور پیٹھ پر بیٹھ گئے، تو مسکرا دیئے، لوگوں کے پوچھنے پر کہا کہ آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا تھا۔

ایک صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قمیص کا تکمہ کھلا دیکھا، عمر بھر قمیص کا تکمہ کھلا رکھا، اس قسم کے اور بھی سیکڑوں واقعات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام کے والہانہ عشق کے شاہد ہیں۔

اس ماحول اور اس ذہنیت کے پس منظر میں اس امر کا جائزہ لیجئے کہ کیا اس میں یہ ممکن تھا کہ اس ذات گرامی کی محبوب ترین چیز جسے وہ بڑے اہتمام سے لکھاتا ہے، لوگوں کو یاد کراتا ہے، ان سے یاد کیا ہوا سنتا ہے، خود انھیں اپنا یاد کیا ہوا ہر رمضان میں سناتا ہے، اس محبوب ترین چیز کو لوگ لفظ بلفظ حرف بحرف لکھیں تو مگر اس طرح کہ اس کے محفوظ رہنے کی کوئی قابل اطمینان حالت نہ ہو۔

اس کے پہلے یہ روایت گذر چکی ہے کہ اصحاب نبی کریمؐ میں بہت سے ایسے بزرگ تھے جنھیں قرآن زبانی یاد تھا، اور جنھوں نے اس کو لکھ لیا تھا، اس میں وہ سات قرا بھی تھے جن کی قرأتیں متداول ہوئیں، ان قرأ میں سے ہر ایک اپنی قرأت کی سند رسول اکرمؐ تک پہنچاتا ہے، اور انہی قرأتوں کی امت اسلامیہ آج تک پابند ہے۔

اسکی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ سورۂ قیامہ کی آیت "وقیل من" کے بعد قاری تھوڑی دیر وقفہ کے لیے ٹھہرتا ہے پھر "راق" پڑھتا ہے، حالانکہ ایسے اور بہت سے مواقع کلام مجید میں ہیں، جہاں اس قسم کا وقف نہیں ہوتا، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس مقام پر یہ ہلکا وقف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

غور کیجئے تو یہ بڑی اہم بات ہے، ایک قلیل جزئیہ کو اس احتیاط کے ساتھ یاد رکھنا اور اسکی پابندی اس طرح کرنا کہ آج پورے تواتر کے ساتھ یہ ذرا سی بات بھی بالکل ایک ہی انداز سے سارے ممالک اسلامیہ میں جاری ہے، اس ذہنیت کا پتہ دیتی ہے جس کو قرآن کی حفاظت سپرد کی گئی تھی، اور جو ذہنیت اس معمولی چھوٹی سی بات کو چودہ سو برس سے اپنے سینے سے اس طرح لگائے ہوئے ہے کہ اسکا بدل جانا ناممکن ہے، اس سے یہ بدظنی رکھنا کہ وہ قرآن کی اس ترتیب کو یاد رکھے گی جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب کیا تھا، یہ بات کسی طرح دل کو نہیں لگتی۔

(باقی)

بہار کے صوفیاے کرام

از جناب سید شمیم احمد صاحب ڈھاکہ

سلطان شہاب الدین محمد غوری کے سالار محمد بختیار خلجی نے چھٹی صدی ہجری کے چند آخری سالوں میں بہار اور مغربی بنگال کو فتح کر کے سلطنت دہلی میں شامل کر لیا، اور وہ اس علاقے کا پہلا مسلمان وائسرائے مقرر ہوا، مسلم اقتدار کے ساتھ ہی بہار و بنگال میں مسلم تہذیب و ثقافت کی اشاعت بھی شروع ہو گئی، اس علاقے کا معاشرہ پہلے سے بھی روحانی تھا، بختیار خلجی اور اس کے جانشینوں کی طرف سے مسلمان مبلغوں اور صوفیوں کی سرپرستی بھی کی گئی، دوسرے سلاطین و امراء کی طرف سے بھی سادات، مشائخ اور علماء کی پوری سرپرستی کی جاتی رہی، ان کے تبلیغی کاموں میں ممکن سہولتیں بہم پہنچائی گئیں، مساجد، مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کی گئیں، لنگر خانے کھولے گئے، معاشرہ میں مشائخ اور درویشوں کو باعزت مقام دیا گیا، دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی دل کھول کر حوصلہ افزائی کی گئی، علماء و مشائخ کی مدد معاش کے لیے مسجدوں، مدرسوں، اور خانقاہوں میں بڑی بڑی جائدادیں دی گئیں، حکومت کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی بنگال اور بہار میں تصوف کے فروغ میں بڑی موثر ثابت ہوئی، مذہب کی تبلیغ و اشاعت اور مسلم معاشرہ کی اصلاح و تعمیر کے لیے صوفیاے کرام منیر سے چاٹگام تک پھیل گئے، ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں گوڑ، ندیا، لکھنوتی، پنڈوہ، سونار گاؤں، چاٹگام، نسی، منیر، بہار شریف اور شیخ پورہ وغیرہ بنگال اور بہار میں تصوف کے مرکز کی حیثیت اختیار

کر چکے تھے، صوبہ بہار میں شہر بہار شریف سے قصبہ منیر تک متعدد مقامات پر صوفیائے کرام
اپنے مشن میں لگے ہوئے تھے، بہار شریف شہر کے علاوہ اس کے مضافات و اطراف میں
سوہڈیہہ، کوسگ اور شیخ پورہ، منیر اور اس کے مضافات میں کجاواں، مہداواں،
پھلواری، درویش پور، لکھنور، گیا ضلعے میں کاکو، سہروردیہ، چشتیہ، فردوسیہ، زاہدیہ،
اور دوسرے خانوادوں کے مشائخ تبلیغی مشن میں سرگرم تھے، اور وہاں ان کی بڑی بڑی
خانقاہیں تھیں۔

امام تاج فقیہ - بہار میں اسلام کی اشاعت اور تصوف کو فروغ دینے کا سہرا
حضرت امام تاج فقیہؒ، ان کے فرزندوں اور رفقاء کے سر ہے، وسیلۂ شرف میں ہے کہ[1]
حضرت امام تاج فقیہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے چچا زبیر بن عبدالمطلب
کی اولاد میں تھے، ۵۷۶ھ میں ایک لشکر جرار کے ساتھ منیر پر حملہ کیا، وہاں کا راجہ مارا گیا،
اور منیر پر آپ کا قبضہ ہو گیا، اور حضرت امام منیر کی حکومت اپنے فرزندوں اسرائیل،
اسماعیل اور عبدالعزیز کے سپرد کر کے خود اپنے وطن قدس خلیل (بیت المقدس) چلے گئے۔
حضرت امام کے ساتھ منیر کی جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین میں ایک نمایاں نام حضرت
قطب سالار کا آتا ہے، جن کا مزار منیر کے نزدیک موضع مہداواں میں ہے، حضرت امام
تاج فقیہ کے حملۂ منیر کا ذکر کسی مستند تاریخ میں نہیں ملتا، صرف بہار کے حلقۂ مشائخ اور
صوفیائے بہار سے متعلق تذکروں میں امام تاج فقیہ کا نام ملتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت امام تاج فقیہ بختیار خلجی کی فوج کے کوئی مجاہد اور صوفی منش افسر تھے اور منیر
کی جنگ انھیں کے زیر قیادت لڑی گئی، منیر پر[2] بختیار خلجی نے ۵۹۳ھ میں حملہ کیا تھا۔

[1] وسیلۂ شرف ص ۵۵، تاریخ سلسلۂ فردوسیہ ص ۱۳۹، بزم صوفیہ ص ۳۵۰ [2] ہسٹری آف بنگال (سرجادو ناتھ سرکار) جلد ۲، بحوالہ طبقات ناصری۔

اسی لیے حضرت امام تاج فقیہ کے حملہ کا سال ۵۷۶ھ بھی غلط معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ۵۸۸ھ
میں سلطان شہاب الدین غوری نے ترائن[1] کے میدان میں پرتھوی راج کو شکست دی تھی،
باقی فتوحات اس کے بعد ہوئیں، اس لیے اس سے پہلے کسی لشکر جرار کا بہار کی طرف رخ کرنا
عقل اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے، یہ واقعہ اس لیے بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب امام
تاج فقیہ کے حملہ میں منیر کا راجہ مارا گیا، اور وہاں آپ کے فرزندوں کی حکومت قائم ہو گئی
تو پھر ۵۹۳ھ میں بختیار خلجی نے کس راجہ کے خلاف منیر پر حملہ کیا تھا، تاہم حضرت امام تاج فقیہ
کی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، بہار کے متعدد مشائخ کبار آپ کے خاندان سے تھے، حضرت
مخدوم الملک شرف الدین بہاری آپ ہی کے پرپوتے تھے۔

منیر کے بعد بختیار خلجی کا حملہ صوبہ کے صدر مقام بلدۂ بہار پر ہوا، اس شہر کا اصل نام
اودنت پوری[2] تھا، وہاں بودھ راہبوں کے وہار (خانقاہیں) بکثرت تھے، بلدۂ بہار
اور اس کے قریب نالندہ بودھ تہذیب و تمدن کا قدیم اور بڑا مرکز تھا، بختیار خلجی
نے اس شہر کو بہار کے مفتوحہ علاقہ کا صدر مقام قرار دیا، بہار شریف میں سلطنت
دہلی کی طرف سے ایک گورنر حکومت کرتا تھا، بہار شریف میں ساتویں صدی ہجری میں
تصوف اور مسلم ثقافت کی ارتقائی حیثیت کیا تھی، اس کا کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا،
مقامی روایات بھی کچھ بتانے سے خاموش ہیں، چند مزارات و مقبرے ایسے ضرور ہیں جو
ساتویں صدی کی شخصیتوں سے منسوب ہیں، مثلاً بہار کے ایک محلہ عماد پور میں ایک مقبرہ
فاتح بہار بختیار خلجی کی جانب منسوب ہے، تاریخ فرشتہ اور بعض دوسری کتابوں میں
بھی بختیار خلجی کا مدفن بہار شریف ہی بتایا گیا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ یہ مقبرہ اسی کا ہو۔

[1] تاریخ فرشتہ ج اول [2] ہسٹری آف بنگال ج ۲ ص ۳۲

ایک دوسرا قدیم مقبرہ جو اب منہدم ہو چکا ہے، بہار کے گورنر یا نیم خود مختار حکمراں آئتگین[1]
ارسلان خاں کا ہے، جو سلطان شاہ کے لقب سے مشہور تھا، سلطان شاہ کا انتقال
۶۶۲ھ میں ہوا تھا، اس کے دوسرے سال اس کے لڑکے محمد تاتار خاں نے جو باپ
کی جگہ بہار کا گورنر ہوا یہ مقبرہ تعمیر کرایا، مقبرہ کا کتبہ جو کافی لمبا چوڑا ہے، محلہ باؤلی
میں درگاہ اور مسجد کے نزدیک رکھا ہوا ہے، اس کتبہ کا ذکر جرنل[2] آف دی ایشیاٹک سوسائٹی
آف پاکستان میں بھی موجود ہے، شہر سے کوئی چار میل دور موضع پنچھی میں ایک درگاہ،
خواجہ غریب نواز کے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے چلہ سے منسوب ہے، قیاس ہے کہ
یہ مقبرہ عثمان نام کے کسی حاکم وقت یا صوفی کا ہے، یا ممکن ہے حضرت عثمان ہارونی ہی
کا چلہ ہو، دہلی سے گوڑ جاتے ہوئے بہار کے علاقہ میں آپ کا قیام کرنا قرین قیاس ہے،
اسی طرح شہر سے باہر محلہ سوڈیہہ سے مغرب جانب موضع سیاؤ میں ایک شاندار درگاہ ہے
جو خواجہ ملتانی نام کے کسی بزرگ سے مشہور ہے، درگاہ کی عمارت اور اس کے اندر کے
مزارات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی بڑے شیخ یا امیر کا مقبرہ ہے، سوہ ریلوے
اسٹیشن سے شمال مشرق کی طرف ویرانہ میں ایک گنبد دار مقبرہ خواجہ بایزید نام کے ایک بزرگ
سے منسوب ہے، آسیب زدہ خواتین اس مقبرہ پر خاص عقیدت و احترام سے حاضر ہوتی
ہیں، خاص شہر کے اندر ایک مزار پیر تختہ نام کے کسی بزرگ سے منسوب ہے، مخدوم الملک
شرف الدین بہاری کے آستانہ کے متصل چار سید انیوں کے مزارات بتائے جاتے ہیں،
مشہور ہے کہ مخدوم الملک نے ان ہی مزارات کی وجہ سے یہ جگہ اپنے مدفن کے لیے منتخب
کی تھی، شہر سے ایک میل مشرق میں پہاڑی کے پاس موضع بیاباں میں حضرت کمال الدین بیابانی

---

[1] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان (ڈھاکہ) ۱۹۵۷ء جلد دوم ص ۳۰۔ [2] ایضاً

کی درگاہ ہے، پہاڑ پر بہار کے ملکوں کے باوا آدم حضرت سید ابراہیم بن سید ابوبکر عرف
ملک بیا متوفی ۷۵۳ھ کا عظیم مقبرہ ہے، اس لیے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خلجیوں
اور تغلقوں کے عہد میں بہار شریف اور صوبے کے دیگر مقامات پر سہروردیہ، چشتیہ،
فردوسیہ، زاہدیہ اور دوسرے خانوادوں کے مشائخ موجود تھے، اس کے بعد قادریہ
اور دوسرے سلسلوں کو فروغ حاصل ہوا، جن خانوادوں کا بہار میں زیادہ اثر رہا، انکا
ذکر قدرے تفصیل سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سہروردیہ

ابتداءً بہار میں سہروردیہ سلسلہ کو فروغ حاصل ہوا، ملتان اور دہلی سے
بہار و بنگال تک سہروردیہ مشائخ پھیلے ہوئے تھے، شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین عمر
سہروردی کے متعدد خلفاء[1] اس علاقے میں تشریف لائے اور آباد ہوئے، ان میں تین بزرگ
شیخ الشیوخ حضرت جلال الدین تبریزی، شیخ احمد دمشقی اور قاضی شہاب الدین
پیر جگجوت زیادہ مشہور ہوئے، حضرت جلال الدین تبریزی[2] خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی
کے ممتاز ترین خلفاء میں تھے، ملتان، دہلی اور بدایوں ہوتے ہوئے بنگال پہنچے، اور
یہاں کے مختلف مقامات پر تبلیغ کی، بہار میں بھی آپ کا کافی اثر تھا، شیخ الشیوخ کے دوسرے
خلیفہ شیخ احمد دمشقی نے بھی بنگال ہی کو اپنا مسکن و مدفن بنایا، شیخ احمد دمشقی اور آپ کے

---

[1] سوشل ہسٹری آف مسلمز ان بنگال (عبدالکریم) ص ۵۵، بحوالہ مکتوب سید اشرف جہانگیر سمنانی بنام سلطان ابراہیم شرقی
بادشاہ جون پور، اس مکتوب کا ذکر ڈاکٹر احمد حسن دانی سابق کیوریٹر ڈھاکہ میوزیم نے بھی اپنے ایک مضمون مطبوعہ ماہ نو
کراچی ستمبر ۱۹۵۵ء میں کیا تھا، اس مکتوب سے بنگال کے ابتدائی دور کے صوفیائے کرام پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

[2] اخبار الاخیار ص ۴۴، سوشل ہسٹری آف دی مسلمز ان بنگال (عبدالکریم) ص ۹۱، [illegible]
[illegible] ص ۲۳۰

مرید شیخ تقی الدین میوی اپنے زمانہ کے علماء و مشائخ میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مخدوم الملک کے والد حضرت مخدوم یحییٰ منیری اور خالو مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی شیخ تقی الدین ہی سے بیعت تھے۔ شیخ الشیوخ کے تیسرے خلیفہ قاضی شہاب الدین[1] پیر جگجوت کی شخصیت بڑی ارفع و اعلیٰ گذری ہے، مشائخ بہار کے متعدد خانوادوں کو آپ سے نسبت حاصل ہے، آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں، اور چاروں کی شادیاں صوبہ کے مشہور بزرگوں سے ہوئیں، آپ کے چاروں داماد حضرت سید موسیٰ، مخدوم یحییٰ منیری، مخدوم سلیمان لنگر زمین اور مخدوم حمید الدین صوفی اور ان کے صاحبزادگان مخدوم احمد چرم پوش تیغ برہنہ، مخدوم الملک شرف الدین بہاری، مخدوم عطاء اللہ اور مخدوم یتیم اللہ سفید باز اکابر صوفیا میں ہیں، ان میں سے کئی بزرگ سہروردیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے، قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اس لیے آپ کے بعد مخدوم حمید الدین جانشین ہوئے، مخدوم حمید الدین متوفی سنہ ۶۷۷ھ اور آپ کے صاحبزادے مخدوم یتیم اللہ سفید باز متوفی سنہ ۷۹۰ھ کے مزارات بہار شریف میں ہیں، حضرت حمید الدین صوفی اور آپ کے والد حضرت آدم صوفی البتہ چشتیہ سلسلہ سے منسلک تھے، قاضی شہاب الدین پیر جگجوت متوفی سنہ ۶۶۶ھ اور حضرت آدم صوفی متوفی سنہ ۶۹۷ھ کی درگاہیں فتوحہ (پٹنہ) کے نزدیک موضع جیو تعلی میں ہیں، جو علی الترتیب "کچی درگاہ" اور "پکی درگاہ" کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مخدوم احمد چرم پوش بہار کے مشہور ترین صوفیوں میں گذرے ہیں،

[1] تاریخ سلسلہ فردوسیہ ص ۱۳۸، وسیلۂ شرف ص ۱۰۲ بحوالہ مناقب الاصفیا، آثار شرف ص ۴۸، اعیان وطن ص ۱۴۳۔

بنگال کے شیخ طریقت حضرت علاء الحق پنڈوی سے بیعت تھے، سنہ ۸۰۰ھ میں وصال فرمایا، محلہ انبیر بہار شریف میں آپ کا مزار ہے، حضرت مخدوم احمد چرم پوش کے والد کا روضہ بھی بہار شریف ہی میں ہے، مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی اور آپ کے صاحبزادے حضرت عطاء اللہ موضع کجا واں میں آسودۂ خواب ہیں، سہروردیہ سلسلہ کے بزرگوں کا ذکر اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک حضرت یتیم اللہ سفید باز کے پوتے حضرت ضیاء الدین صوفی متوفی سنہ ۷۳۳ھ اور حضرت منجھن کنج نشین کا ذکر نہ کیا جائے۔ حضرت ضیاء الدین صوفی کی درگاہ ضلع پٹنہ کی ایک بستی چنڈوسی میں ہے، حضرت منجھن کنج نشین کا مزار محلہ سکونت بہار شریف میں ہے، یہ مخدوم احمد چرم پوش کے سلسلہ کے بزرگ ہیں، ان کے بارے میں یہ شعر پرانے زمانے سے مشہور ہے:

شیخ منجھن ستونِ خانۂ دین

لقب خاص شیخ کنج نشین[1]

چشتیہ | خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، حضرت علاء الدین صابر کلیری، اور سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کی باعظمت شخصیتوں کی وجہ سے ہندوستان کے سلاطین و امراء اور عوام میں چشتیہ سلسلہ کو بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی، حضرت نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفاء کی وجہ سے بہار و بنگال اور دکن تک چشتیہ سلسلہ پھیل گیا، آپ کے ایک خلیفہ حضرت عثمان اخی سراج نے بنگال کے دار الحکومت گور میں قیام کیا، بنگال میں ان کی شخصیت اتنی موثر تھی کہ شیخ علاء الحق سہروردی پنڈوی جیسے جلیل القدر بزرگ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور آپ سے اجازت و خلافت حاصل کی، شیخ علاء الحق

[1] ماہنامہ نظام المشائخ دہلی ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ

اور ان کے لڑکے شیخ نور قطب عالم کا بنگال اور بہار میں بڑا اثر تھا، حضرت آدم صوفی اور ان کے صاحبزادے حضرت حمید الدین صوفی اور چشتیہ سلسلہ کے دوسرے بزرگ یوں تو بہار کے تمام اہم مقامات پر پھیلے ہوئے تھے، لیکن ان کا سب سے بڑا مرکز صوبہ کا صدر مقام بہار شریف تھا، شہر اور مضافات میں چشتی مشائخ کی خانقاہیں اور گدیاں قائم تھیں، آج بھی شہر کا ایک بڑا علاقہ چشتیانہ کہلاتا ہے، اس علاقہ میں چشتیہ سلسلہ کے صوفیائے کرام اور امراء و حکام کے مزارات ہیں، تاج الدین ارسلان خان کا منہدم مقبرہ اسی جگہ بخاری مسجد کے نزدیک ہے، کاغذی محلہ میں حضرت خواجہ احمد سیستانی کا گنبد دار مقبرہ ہے، آپ مخدوم الملک کے استاد اور رشتہ دار ہوتے ہیں،[1] حضرت نور قطب عالم پنڈوی کے دو خلفاء، حضرت فرید طویلہ بخش اور شیخ سعادت بہار شریف تشریف لائے، حضرت فرید طویلہ بخش کا شمار صوبہ کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے، آپ کے خاندان میں حضرت دیوان عبد الوہاب بھی باثر صوفیوں میں تھے، محلہ بڑی تکیہ بہار شریف میں درگاہ ہے، حضرت فرید طویلہ بخش اور شیخ سعادت کے مزارات چاند پورہ میں ہیں، جو شہر سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے، موضع بجون میں حضرت یتیم اللہ سفید باز کی درگاہ ہے، آپ حضرت حمید الدین صوفی کے فرزند تھے۔

بابا فرید گنج شکر کے خاندان کی ایک شاخ فتح پور سیکری سے آکر درویش نگھور کے نزدیک دیورا میں آباد ہو گئی تھی،[2] خواجہ غریب نواز کے تین اعزہ[3] سید حسن خنگ سوار سید احمد اور ان کے بھانجے سید محمد بھی بہار پہنچے، سید احمد اور سید محمد بمقام جرجم (راجگیر)

[1] ماہنامہ نظام المشائخ دہلی ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ [2] اعیان وطن [3] بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء (مقدمہ)

شہید ہوئے، سلطان فیروز تغلق کے عہد میں شیخ فتو اور شیخ برہان شمالی بہار میں عظیم آباد تشریف لائے اور وہیں شہید ہوئے، خواجہ صاحب کے ایک خلیفہ عبد اللہ کرمانی[1] فرادیر بھوم (مغربی بنگال) میں ہے، سلطان محمد تغلق اور سلطان فیروز تغلق کے زمانہ میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے کئی خلفاء بہار شریف میں تھے جن میں حضرت نظام مولیٰ[2] زیادہ مشہور ہیں، یہ مخدوم الملک کے دوستوں میں تھے۔

فردوسیہ

فردوسیہ سلسلہ دراصل سہروردیہ کی ایک شاخ ہے، خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کے دو خلفاء شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی اور خواجہ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں اور خلفاء کی تعداد کثیر تھی، خواجہ نجم الدین کبریٰ کے دو واسطوں کے بعد ایک بزرگ خواجہ بدر الدین سمرقندی ہوئے، ہندوستان میں اس سلسلہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ ہوئی لیکن خواجہ بدر الدین سمرقندی نیز ان کے بعد خواجہ رکن الدین فردوسی اور خواجہ نجیب الدین فردوسی تک اس سلسلہ کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، اس کی اصل شہرت و مقبولیت مخدوم الملک کی وجہ سے ہوئی، جو خواجہ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے، خواجہ بدر الدین سمرقندی نے اپنے مرید خواجہ رکن الدین اور ان کے مریدوں کے لیے "مشائخ فردوس"[3] کا لقب تجویز کیا تھا، اور اسی سے یہ سلسلہ فردوسیہ کے نام سے مشہور ہوا، حضرت مخدوم الملک متوفی ۷۸۲ھ کے علمی کمال اور روحانی عظمت کی وجہ سے بہار میں فردوسیہ سلسلہ بہت مقبول ہوا، چونکہ یہ سہروردیہ کی ایک شاخ تھا اس لیے بھی اس کو قدم جمانے میں آسانی ہوئی، مخدوم الملک کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مظفر بلخی

[1] بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء (مقدمہ) [2] مسلم بنگال سا ہتیہ ص ۳۱ اور صوفی قرم از ڈاکٹر جان سبحان ص ۲۱۰ [3] دبیلم ثمرت ص ۱۹، تاریخ سلسلہ فردوسیہ ص ۱۴۹ [4] مناقب الاصفیاء ص ۹۵، تاریخ سلسلہ فردوسیہ ص ۴۳ [5] ایضاً [6] مناقب الاصفیاء ص ۱۳۵

ان کے بعد پھر حضرت حسین نوشۂ توحید بلخی نے سجادگی سنبھالی، ان دونوں چچا بھتیجوں کی شخصیتیں بھی فردوسیہ سلسلہ کے لیے بڑی مفید ثابت ہوئیں فردوسیہ خانوادوں کی ایک اور عظیم ہستی مخدوم شاہ شعیب[1] متوفی ۸۲۴ھ کی ہوئی ہے، آپ مخدوم الملک کے چچازاد بھائی اور ایک روایت کے مطابق مرید و خلیفہ بھی تھے، قصبہ شیخ پورہ ضلع مونگیر میں آپ کی درگاہ مرجع خلائق ہے، مخدوم الملک کے ایک دوسرے خلیفہ شیخ راستی نے پھلواری شریف میں عرفان و تصوف کو رواج دیا، غرض بلخی خاندان کے صوفیائے کرام اور مخدوم الملک کے دوسرے مریدین و خلفاء کی وجہ سے فردوسیہ ہر جگہ چھا گیا، کوئی ڈیڑھ سو سال تک بلخی خاندان[2] کے بزرگ اس سلسلہ کی نمایندگی کرتے رہے، اس کے بعد مخدوم الملک کے خاندان والوں نے بہار شریف میں فردوسیہ کی سجادگی سنبھالی،

زاہدیہ یہ ایک خاندان بھی[3] ہے اور سلسلۂ تصوف کا خانوادہ بھی، یہ سلسلہ خواجہ ابو اسحاق شہریار گازرونی کے توسط سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے، ہندوستان میں اس خانوادہ کے پہلے بزرگ شیخ العارفین خواجہ شہاب الدین[4] کبیر امام کعبہ زاہدی متوفی ۶۵۵ھ گذرے ہیں جو کسی زمانہ میں خانۂ کعبہ کے امام تھے، آپ اپنے صاحبزادے فخر الدین خداداد بزرگ زاہدی کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے، اور میرٹھ میں قیام کیا، اس کے بعد خواجہ فخر الدین خداداد کے لڑکے خواجہ شہاب الدین حق گو شہید زاہدی کو جو شیخ زادہ جام کے لقب سے مشہور تھے، سلطان قطب الدین مبارک خلجی نے دہلی بلوایا،

[1] وسیلۂ شرف ص ۲۹ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ ص ۲۰۹، [2] حیات ثبات غیر مطبوعہ ص ۱۲ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ ص ۳۳۸

[3] آپ کا مفصل تذکرہ مرآۃ الکونین، گلزار ابرار، آثار شرف، کنز الانساب، مخزن الانساب، کشف الظلوم وغیرہ میں ہے۔

[4] سفرنامہ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۳۷، اخبار الاخیار ص ۱۳۰ (اردو ترجمہ لاہور) تاریخ مبارک شاہی از یحییٰ سرہندی ص ۱۴۹

تاریخ فیروز شاہی از برنی ص ۳۹۶

اور انکے خانقاہ وغیرہ تعمیر کرائی، سلطان قطب الدین اور سلطان غیاث الدین تغلق آپکے معتقدین میں تھے، اور برابر آپکے یہاں حاضری دیا کرتے تھے، خواجہ حق گو شہید کا ذکر اخبار الاخیار، گلزار ابرار، بحر ذخار، مرآۃ الکونین اور سفرنامہ ابن بطوطہ میں تفصیل کے ساتھ ہے، بنگال اور بہار میں سلسلۂ زاہدیہ آپکے پوتے قطب بنگالہ شیخ الاصفیا حضرت مخدوم سید شاہ پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی کے ذریعہ متعارف ہوا، پیر بدر عالم مخدوم الملک کے ہمعصر تھے، بنگال کے حکمراں سلطان فخر الدین مبارک شاہ کے عہد میں ۷۴۰ھ کے لگ بھگ بہار شریف ہوتے ہوئے بنگال پہنچے، اور بنگال کے مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے چاٹگام میں ورود فرمایا، اور اس شہر کو اپنا مستقر قرار دیکر مشرقی بنگال، اراکان، برما، تری پورہ اور متعلقہ علاقوں میں تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، سلطان فخر الدین مبارک شاہ آپ سے بیعت بھی تھا، ایک مدت تک بنگال میں آپکا قیام رہا، اس کے بعد مخدوم الملک کی دعوت پر بہار کا عزم کیا، اور وہیں ۷۹۴ھ میں انتقال فرمایا، بنگال کے اولیائے کرام میں شیخ جلال تبریزی اور پیر بدر عالم زاہدی کو بڑی مقبولیت حاصل ہے، ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان (ڈھاکہ) کے ششماہی جریدہ بابت جون ۱۹۶۲ء میں رنگون یونیورسٹی کے سابق پروفیسر محمد اسحٰق کا ایک طویل مضمون جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، شائع ہوا ہے، پروفیسر اسحٰق صاحب کے بیان کے مطابق چاٹگام اس کے پہاڑی علاقے، اراکان، اکیاب اور برما کے ساحلی علاقوں سے لیکر ملایا تک ہر مذہب و ملت کے لوگ پیر بدر عالم کے اس قدر معتقد تھے کہ آپکے نام سے مسلمانوں، بدھوں اور ہندوؤں نے عبادت خانے تعمیر کر رکھے تھے جو "بدر مکان" کہلاتے ہیں، بہار میں پیر بدر عالم کے معتقدین بہار شریف سے سارن اور چمپارن جیسے دور دراز علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں، مخدوم الملک کی رحلت کے بعد آپ ہی شاہ ولایت ہوئے، بہار شریف میں آپ کا آستانہ چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔

[1] تاریخ فیروز شاہی برنی ص ۳۹۶، مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۲۸۲-۲۸۳ [2] وسیلۂ شرف ص ۲۰، تذکرۂ اولیائے بنگال، سوشل ہسٹری آف دی مسلمز ان بنگال ص ۱۱۲، پورا پاکستانے اسلام ص ۱۵۲، مسلم بنگلہ ساہتیہ ص ۲۳، جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ (جون ۱۹۶۲ء) ص [illegible]، آثار شرف، مرآۃ الکونین وغیرہ [3] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ (جون ۱۹۶۲ء) ص [illegible] ۲۲، اکیاب ڈسٹرکٹ گزیٹیر جلد ۱ (رنگون ۱۹۱۷ء) ص ۴۰، ہسٹری آف برما (لندن ۱۹۲۵ء) [illegible]

پیر بدر عالم زاہدی کے فرزندوں میں مخدوم شاہ شہاب الدین پیر قتال زاہدی، مخدوم شاہ ابوسعید زاہدی
اور مخدوم شاہ سلطان زاہدی بھی مشہور بزرگوں میں گذرے ہیں، خصوصاً شاہ سلطان زاہدی کا شمار صوبہ کے
صوفیائے کبار میں ہوتا ہے، شاہ سلطان اور شاہ ابوسعید چھوٹی درگاہ میں مدفون ہیں، حضرت شہاب الدین
پیر قتال کی درگاہ بمقام قتال پور چوکی (سارن) ہے، بہار شریف میں محلہ سوہ ڈیہہ زاہدیہ خانوادے کے
بزرگوں کا مرکز تھا، اس خاندان کے دیگر مشائخ میں مخدوم شاہ معین الدین جگجن زاہدی، شیخ فخرالدین
ثالث زاہدی، مخدوم شاہ علاء الدین زاہدی اور مخدوم شاہ بڈھے زاہدی اپنے دور کی باثر شخصیتیں تھیں،
خصوصاً شیخ فخرالدین[1] زاہدی کا بہار میں بہت اثر تھا، سلطان سکندر لودی بہار کے قیام کے دوران میں
ان سے مل کر بہت متاثر ہوا تھا، اور یہ رائے قائم کی تھی کہ "اس وقت ان کے ایسا شیخ کوئی نہیں" سلطان
سکندر لودی اور شیخ فخرالدین زاہدی کی ملاقات کا حال خلیق احمد صاحب نظامی نے "سلاطین دہلی کے
مذہبی رجحانات" میں گلزار ابرار اور افسانۂ شاہان کے حوالہ سے بتفصیل درج کیا ہے، بنگال کا حکمران
سلطان علاء الدین حسین شاہ آپ کا مرید تھا، اس کا لڑکا سلطان غیاث الدین اعظم شاہ اس خاندان
کا اتنا معتقد تھا کہ پیر بدر عالم سے اظہار عقیدت کے لیے اپنا لقب "عبد البدر"[2] اختیار کیا تھا، اور
سکہ پر بھی یہی لقب نقش کراتا تھا، پیر بدر عالم کی صاحبزادی مخدومہ بی بی ابدال زاہدی بھی بڑی
کاملہ خاتون تھیں، ان کی نسبت سے اس خاندان کے لوگ اپنے کو ابدال کہتے ہیں۔

(باقی)

---

[1] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان (ڈھاکہ) ۱۹۵۶ء جلد ۲ ص ۶۷، [2] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) ۱۸۹۵ء اور ۱۹۵۱ء (نمبر ۳) ص ۲۱۴ اور ۸-۲۱۷ علی الترتیب